

کلید طبیبہ کی حقیقت

حجۃ الاسلام
محمد منظور نعمانی

کلمہ طیبہ

جس میں اسلام کے کلمہ دعوت (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ) کے دونوں جزو (توحید الہی اور رسالت محمدی) کی تشریح پوری تحقیق کے ساتھ اور تمام ممکن موثر انداز میں کی گئی ہے اور اس کلمہ کی روح و حقیقت کو واضح کر کے بتلایا گیا ہے کہ اپنے ماننے والوں سے اس کلمہ کا مطالبہ کیا ہے۔

— از —

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ مدیر ماہنامہ ”الفرقان لکھنؤ“

ملنے کا پتہ

مکتبۂ افسان لکھنؤ

بار چارم ۱۰۰۰ مطبوعہ تنویر پریس لکھنؤ قیمت ۶/-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
جزو اول ————— توحید الہی

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کوئی معبود نہیں (یعنی کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں) اللہ کے سوا

مستبضیاتن و جاں لا الہ ساز مارا پر وہ کرداں لا الہ

لا الہ سرمایہ اسرار ما رشتہ شیرازہ افکار ما

حرفش از لب چوں بدل آید ہر سی

زندگی را قوت اشراید ہر سی

توحید دین کی بنیاد اور ایمان کی جان ہے اور اپنی اپنی امتوں کے لیے سب

نبیوں کا پہلا پیغام ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
اور ہمیں بھیجا ہم نے کبھی سے پہلے کوئی رسول

ہیں رَسُوْلُہٗ اِلَّا نُوْحٰی اِلَیْہِہِ عَزَّوَجَلَّ کہتے ہیں کہ اس کی طرف

اَنْتُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا کوئی عبادت کے وقت نہیں سمجھو

فَاَعْبُدُوْا رَبَّکُمْ دُنِیَّا اور عبادت کرو۔

اور اس کو سب کے ماننے نہ ماننے اور اس کے مطابق پہننے نہ پہننے ہی پر انسان کی

سعادۃ و شقاوت اور نجات و ہلاکت کا مدار ہے، سچ کسم میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ سے ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ مَوْجِبَاتُ مَسْجِدِکُمْ دُوْجَاتُ مَسْجِدِکُمْ

کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ مَا الْمَوْجِبَاتُ مشرت کیا دُجَاتُ چیزیں ہیں واجب کرنے والی؟

قَالَ مَنْ مَاتَ یُسْبِرُ لَہٗ ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے ساتھ

مَاتَ سَیْمِثًا دَخَلَ النَّارَ کسی چیز کو شریک کرتا ہوا دینی کی

وَمَنْ مَاتَ لَا یُسْبِرُ لَہٗ طرح کا شریک کرتا ہوا، مرادہ دُجَات

بِاللّٰہِ سَیْمِثًا دَخَلَ الْجَنَّةَ میں شامل ہوگا، اور جو ایسے حال میں

مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک

نہیں کرتا تھا (یعنی شرک سے پاک

اور مومن تھا) تو وہ جنت میں جائے گا۔

علا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

اِنَّ حَقَّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ بَشَکَ اللّٰہِ کا خاص حق لینے بدولہ

اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يَتَّبِعُوْا حَيْثُ
 شَبَّهَ اَوْ حَقَّ الْعِبَادَةِ عَلٰى
 اللّٰهِ اَنْ لَا يُعَدَّ بَشَرٌ
 لَا يَتَرَكُّ حَيْثُ شَيْءٌ
 یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں
 اور اس کے ساتھ کسی کو تریک
 نہ کریں۔ اور نندوں کا حق ان شر
 یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو عدا
 میں۔ ڈالے جو ترک کرتے ہوں۔
 (بخاری و مسلم معاد ۲۰)

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
 مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 ثُمَّ مَاتَ عَلٰى
 ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ
 الْجَنَّةَ (بخاری و مسلم عن ابی ذر)
 جو کوئی بندہ "لا الہ الا اللہ" کا
 قول کرے (یعنی توحید کو انا دین
 مانے اور اس پر قائم ہو جائے)
 اور پھر اسی حال پر مر جائے تو یہ
 جہنم میں ہو گا کہ وہ جنت میں جائے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ سے
 ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور جو ایسا آدمی ملے کہ

يَتَّهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 مُسَيِّفًا بَاطِلًا
 فَتَسْرُّهُ بِالْجَنَّةِ (مسلم)
 وہ دل کے یقین کے ساتھ "لا الہ الا اللہ"
 کی گواہی دیتا ہو اس کو میری طرف
 سے جنت کی نثار ملے۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ
 اَحَدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 جو کوئی اس حال میں دنیا سے گیا
 کہ وہ لا الہ الا اللہ پر یقین و اعتقاد

حسن الخلق و رحمہ، بگڑتا تو وہ جنت میں جا سکتا۔

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ان ارشاد فرمایا:

مَنْ يَتَّبِعِ الْجَمْعَ يَشْهَدْ لَهُ

أَنَّ إِلَهَهُ إِلَّا الْفَقْرَ زِدْهُمُ، قرآن و احادیث کی تہات و جہت کی کجی ہے۔

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

مَنْ خَالَ هَذَا الْكَاذِبَ

فَقَالَ: مَنْ قَتَلَ بَنِي

الْكَلْبَةِ الَّتِي غَرَضَتْهَا

عَلَى عَرْسِي سَدَّ حَاقِقِي

لَهُ خُفَاكَ (رواہ احمد)

وقت میں) میں نے کیا تھا اور انھوں نے اس کو نہ مانا، تو وہی کھڑے رہے

کے لیے نسل نسل نجات ہے۔

لیکن ان حدیثوں کا مطلب یہ سمجھنا چاہیے کہ بس لا الہ الا اللہ کہنے اور توحید کا اقرار کر لینے ہی سے ہم نجات کے مستحق اور جنت کے ٹھیکہ دار ہو گئے، بلکہ ان احادیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ نجات کی سب سے بڑی شرط یہ توحید ہے اور اس کے بغیر نجات قطعاً ناممکن ہے۔ تو جس نے اس دعوتِ توحید کو قبول کر لیا اس نے نجات کی یہ بڑی شرط پوری کر دی اور شرک کی وجہ سے نجات اور جنت کا دروازہ جو اس کے لیے قطعی بند تھا وہ اب توحید کو اختیار کر لینے کی وجہ سے کھل گیا، رہے اس کے علاوہ اور شرائط، مثلاً ایمان بالبرہان،

ایمان بالیوم الآخر اور دین کے اہم مطالبات مثلاً صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی۔
 تو ان کا معاملہ بجائے خود ہے اور قرآن و حدیث میں انہیں اپنے موقع پر ان شرائط
 کو بھی پوری وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے
 کہ ”لا الہ الا اللہ“ کو قبول کر لینا اور توحید کو اختیار کر لینا درحقیقت پورے دین کو قبول
 کر لینے، اور اختیار کر لینے کا ایک عنوان ہے اور اس لیے ان احادیث کا مطلب یہ
 ہو کہ جس نے ”لا الہ الا اللہ“ کو قبول کر لیا یعنی جس نے اس پورے دین کو اختیار
 کر لیا جس کی اصل و اساس اور بنیاد ”لا الہ الا اللہ“ ہو تو وہ ضرور جنت میں
 جائے گا۔

بہر حال مندرجہ بالا نام حدیثوں میں (اور ان کے علاوہ بھی اور بہت سے
 نصوص میں) بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ نجات کا اصل دار و مدار توحید
 پر یعنی لا الہ الا اللہ کے پیغام کو قبول کر لینے اور اس کو اپنا اصول زندگی بنالینے پر ہو۔

لیکن اس توحید کی حقیقت اور
توحید کی حقیقت اور لا الہ الا اللہ کا مطلب | اس لا الہ الا اللہ کا مطلب

سمجھنے کے لیے سب سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جہاں تک خدا کی ذات اور اس
 کی صفت خلق و ایجاد اور تدبیر عالم دینی دنیا کے پیدا کرنے اور اس کا رخائے عالم
 کو چلانے کا تعلق ہے، تو عرب کے وہ مشرک بھی جن کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے سب سے پہلے توحید کا پیغام پیش کیا وہ بھی اس حیثیت سے خدا کو ”وحدہ“
 لا شریک“ مانتے تھے، یعنی اپنا عقیدہ وہ یہی ظاہر کرتے تھے کہ اللہ جو اس دنیا
 کا پیدا کرنے والا ہو وہ اپنی ذات میں بالکل اکیلا اور لاشریک ہو، اسی نے اس

سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ اس پر سے کیا خزانہ کھلا رہا ہے۔
قرآن مجید میں مشرکین عرب کا یہ اقرار اور اتنا دعویٰ بھی نقل کیا گیا ہے۔ (سورۃ یونس
۲۴، سورۃ مومن ۵۰، سورۃ طہ ۱۶)

مشرکین عرب کا شرک اور دعوتِ توحید کا ان کے مطالبہ | مگر اس کے باوجود
چوں کہ وہ عبادتِ

میں جو صورت اترنے لے رہی تھی۔ اپنے دیوتاؤں اور فرضی معبودوں کو بھی
شرک کرتے تھے اور ان کو حاجت بردار اور مشکل کشا سمجھتے ہوئے اپنی خاص حاجات

میں عبادت سے مراد یہاں وہ خاص اعمال ہیں جو کسی ہستی کو اللہ معبود
اور نفع و ضرر کا مالک سمجھ کر اس کے سامنے اپنی نیاز مندی اور دولت کے اظہار
کے لیے اور اس کو راضی اور خوش کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ جیسے نماز،
روزہ، حج، صدقہ، بکدہ، طراوت، نذر و نیاز اور قربانی وغیرہ
_____ اس قسم کا کوئی عمل اگر غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو
اس کا کرنے والا قرآن پاک کی رو سے قطعاً مشرک ہے اور دنیا
کی اکثر مشرک قوموں میں یہاں شرک رہا ہے اور شرک فی العبادت
اسی کو کہتے ہیں۔ _____ اور انبیاء علیہم السلام کو زیادہ تر اسی
مشرک سے لڑنا پڑا ہے۔ ۱۲

اور مشکلات میں اُن سے دُعاؤں کرتے اور مدد مانگتے تھے اس بے مشرک قرار دے گئے۔ بہر حال عرب جاہلیت کی تاریخ اور قرآنِ شریف کی بھی صد ہا آیات سے

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم اساتیں جو تائیں اور خائیں جن چیزوں میں رکھ دی ہیں، مثلاً آگ میں گرمی، پانی میں ٹھنڈک اور مایاں بھائے کی خاصیت، یا مثلاً تنواریں کاٹنے کی صلاحیت تو ان چیزوں سے ان مقاصد میں کام لیا ہرگز توحید کے مافی نہیں ہو، بلکہ میں متاثر ہوا ہے (هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَآبِی الْأَرْضِ حَمِیْعًا یعنی وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیا تھا سب واسطے وہ سب چیزیں جو زمین میں ہو) اور علیٰ ہذا اینے جس بندوں کو جو بخاری طاقتیں اور قابلیتیں اس عالم اساتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھی ہیں، مثلاً کسی زوردار کو اس قابل کر دیا کہ وہ مظلوم کی مدد کر سکے یا مثلاً مادتا ہوں اور حاکموں کو سلطنت و حکومت کی وہ قوت عطا فرمادی کہ وہ ظالم سے مظلوم کا انتقام لے سکیں، یا مثلاً طیبیوں اور ڈاکٹروں کو اس کی صلاحیت بخش دی کہ وہ بیماروں کا علاج کر سکیں، یا مثلاً ہر ایک کو اس لائق بنا دیا کہ وہ دوسروں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکے وغیرہ، تو سلسلہ اسباب و مسببات کے مانع ان لوگوں سے ان امور میں مدد دنیا جیسا کہ دنیا میں عام طور سے رائج ہو ہرگز شرک نہیں ہے، بلکہ مقامِ توکل کے بھی خلاف نہیں ہے۔ بہر حال غیر اللہ سے وہی استعانت ترک ہو جو اللہ کے قائم کیے ہوئے اس سلسلہ اسباب و مسببات سے بالاتر کسی ہستی کو دفع و ضرر کا مالک متناہ اور فاعل باختیار کچھ کر کی جائے، جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں اور دیوتاؤں سے اور بہت سے جاہل اور ناخدا شناس آدمی ارواحِ نجسہ اور جنات اور شیاطین سے اور بہت سے نام کے مسلمان اصلی یا فرضی ولیوں شہیدوں سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور اپنے مقاصد (باقی صفحہ پر)

معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بڑا شرک بھی دوسرین کا شرک تھا۔ یعنی ایک شرک فی الہیات اور دوسرے شرک فی الامتانت ہیں۔ سوائے حضرت علیؑ علیہ السلام کے۔ لاکھوں سال پہلے ان کے سامنے چٹیں کیا اس کو انہیں طلبہ ان سے یہی تھا کہ جس اللہ کو تم اس کی عبادت میں اور اس دین کے سید کرتے اور بناتے میں دھندلا کر شرک سمجھتے ہو عبادت و امتانت، کما تفتح بھی صرف اسی سے رکھو اس کے سوا کسی کی پوجا نہ کرو، گویا کو اپنا راستہ روانہ نہ کرو اور اپنی حاجات و مشکلات میں اس کے سوا کسی کو نہ پکارتو، یہی ایک کی دعوت توحید کا اولین مطالبہ تھا، اور اسی کو اپنے دین کی بنیاد اور اصل و اساس کی حیثیت سے پیش کرتے تھے۔ سورہ یونس کے آخری رکوع میں فرمایا گیا

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي	اے پیسرا ان لوگوں کے سامنے
كُنْتُ نَبِيًّا مِّثْلَ نَبِيِّي	اعلان کرو کہ اے لوگو! اگر تم میرے
فَلَا أُخَيِّدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ	دین کے متعلق کسی شک و شبہ میں ہو
مَنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدْهُ	تو (سنو میرا طریقہ یہ ہو کہ) میں نہیں
اللَّهُ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ مَرَدًّا	عبادت کرنا ان کی جن کو تم پوجتے ہو

(بقیہ حاتیہ ص ۳) کے لیے ان سے دُعا نہیں کرتے ہیں اور اسی شرک کا اعتقاد کی بنیاد ان کی خواتین کے لیے نذر دنیا ز وغیرہ عبادات کرتے ہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی مخلوق کے ساتھ جو کوئی دیا برتاؤ کرے اور میرے امور میں اس سے مدد کا طالب ہو وہ بے شک مشرک ہو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی بے نظیر کتاب ”حجۃ القربان“ میں شرک و تمیید کی بحث میں نرمی و فصاحت سے امتانت کی ال و دونوں قسموں کے فرق کو بیان کیا ہے۔ ۷۰

أُبْرَتْ أَنْ أَلْكَونَ مِنَ
 الْمُؤْمِنِينَ . وَإِنَّ أَصْمَ
 وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا
 وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
 وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 مَا لَا مَفْعَ لَهُ وَلَا تَتَّبِعْ
 فَانٍ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا
 مِنَ الظَّالِمِينَ .
 وَإِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ بَصِيرَ
 فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا
 هُوَ وَإِنْ يُرِيدُ لَكَ
 بَخْسًا فَلَا رَادَّ
 لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ
 يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ
 الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
 (یونس ۷۵)

لیکن میں صرف اس الٰہ کی عبادت
 کرتا ہوں تو تم کو اٹھاتا ہوں اور
 مجھے حکم ہے کہ ہر جاؤں میں ایمان
 والوں میں سے اور نیز مجھے حکم ہے کہ
 سیدھا کر لے رخ اپنا اس دین کے
 لیے (یعنی توحید کے لیے) بالکل یکسو
 ہو کر اور مت ہو شرک کرنے والوں
 میں سے، اور مت پکار الٰہ کے سوا
 کسی ایسے کو جو نہ تجھے کوئی نفع دے
 سکے اور نہ کچھ ضرر پہنچا سکے، اور
 اگر کوئی یہ کیا تو پھر تو بھی ظالموں
 میں ہو جائے گا، اور اگر الٰہ
 پہنچا دے تجھے کوئی تکلیف تو کوئی
 نہیں ہو اس کو ہٹا سکے والا اس
 کے سوا، اور اگر وہ چاہے تجھے کسی
 بھلائی سے نوازا تو پھر کوئی نہیں
 روکنے والا اس کے فضل کو، پہنچا
 دے جسے چاہے اپنے بندوں میں سے،
 اور وہی بخشے والا ہر بان ہو۔

اسی طرح اور بھی بہت سی آیات میں توحید فی العبادت اور توحید فی الاستعانت کو ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اور یہ عبادت و استعانت باہم کچھ عبادت و استعانت کا باہمی لزوم اور ہم لازمہ ہی بھی ہیں، مشرک لوگ کسی دیوتا کی پوجا سمجھتا ہے اسی فلان فلانی کی بنیاد پر کرتے ہیں کہ اپنی حماقت سے وہ ان کو نفع و نقصان اور بناؤ بگاڑ کا مالک و مختار اور عبادت و دانش کے سمجھے گئے ہیں۔۔۔ بہر حال نفع و ضرر کا ستیہ وہی مہبودان باطل کی پوجا کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں تعلیم توحید کے سلسلے میں بار بار اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ مشرک جن فرضی مہبودوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے قبضہ و اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اسے یہی وہ بلوغ اور اہم نکتہ ہے جس پر حضرت ناولیؑ نے اپنی خاص فاروقی شان کے ساتھ اس وقت تنبیہ فرمائی جب کہ حج کے موقع پر حجاز کو چومنے سے پہلے باؤاز بلند اپنے اپنے اس اعلان یقین کا اعلان فرمایا۔

وَأَيُّمَ اللَّهِ إِخْرَاجَ	اور ہم خدا کی توہین ایک بے جان
نَحْرٍ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ	پتھر ہو، ہمیں کوئی نفع پہونچا سکتا ہو
(بخاری)	اور نقصان دے سکتا ہو۔

انہی لفظوں سے اپنے یہ بھی تلمذ دیا کہ حجاز کو چومنے اور اس کی تعظیم کرنے میں اور بت رستوں کے اپنے نبیوں کے ساتھ طرز عمل میں کیا اصولی اور بنیادی فرق ہے۔

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ
 زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ
 اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ
 مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي
 السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ
 وَمَا بَيْنَٰهُمَا
 مِنْ شَيْءٍ وَمَا لَهُ
 مِنْهُمْ مِنْ ظٰهِيْدٍ

(اے رسول! ان مشرکوں سے کہو:
 کہ خدا کے سوا تم میں کو حاجت روا
 اور کارساز سمجھتے ہو ان کو یکارو
 وہ ذرہ برابر انتیقلہ نہیں رکھتے آسمانوں
 میں اور نہ زمین میں اور نہ ان
 دونوں میں ان کی کوئی شرکت ہو
 اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا
 مددگار ہے۔

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ
 زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْبِهِ
 فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَسْفَ الصُّوْرِ
 عَنْكُمْ وَلَا خَوْفًا

کہو! تم یکا رو دیکھو اپنے ان دیوتاؤں
 کو جن کو خدا کے سوا تم اپنا کارساز
 سمجھے ہوئے ہو، وہ نہ تو تم سے تکلیف
 دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ
 تکلیف ٹال ہی سکتے ہیں۔

(یہی اسرائیل ۱۶)

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات میں اگرچہ بظاہر مشرکین کے معبودان باطل کی
 بے بسی اور عاجزی ظاہر کر کے صرف شرک فی الاستغانت کا رد کیا گیا ہو، لیکن جتنا کہ
 عرض کیا گیا، جوں کہ عبادت عموماً نفع و ضرر ہی کے عقیدہ سے اور استغانت ہی کے
 راستہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے انہی آیات سے شرک فی العبادت کا بھی رد ہوتا ہو۔
 اور اسی طرح جن آیات سے براہ راست صرف شرک فی العبادت کا رد کیا گیا ہو اس

بہر حال شرکین کو یہ بتانہی ہے بالاسۃ شرک فی الاستغانت کا بھی رد ہو جاتا ہے۔
 بہر حال شرکین کو یہ بتانہی ہے بالاسۃ شرک فی الاستغانت کا بھی رد ہو جاتا ہے۔
 کہ بظاہر اول درجہ کا شرک یہی شرک فی العبادت اور شرک فی الاستغانت تھا۔ اور
 اس لیے ”لا اثم الا للشرک“ دیکھتے ہیں کہ جس کو عید کا پیغام دیا گیا اس کا الین مطالبہ
 ان سے یہی تھا کہ وہ عبادت اور استغانت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں
 اور خود ہم سے بھی ہر شے کی ہر حرکت میں اس کی اقرار ان لفظوں میں کرایا جاتا ہے۔

إِثْمًا لِّفَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ
 شُرَكَائِهِمْ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ
 تَعْبُدُونَ

کریں گے اور تجھ سے ہی مردمان تھے ہیں اور تجھ سے ہی مردمان گئیں گے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں واحد و یکسا
 توحید کا پہلا درجہ ماننے کے بعد علیٰ زندگی میں یہ ”توحید فی العبادت“ اور
 ”توحید فی الاستغانت“ توحید کا دوسرا درجہ ہے کہ اس پر ایمان
 لائے اور اس کو اختیار کیے بغیر کوئی شخص سزاوارک ہی نہیں ہو سکتا اور جو کوئی توحید
 کے اس درجہ سے بھی خالی ہوا تھا گیا اور ایسے حال میں مرا کہ وہ اللہ کی ذات و صفات
 یا عبادت و استغانت میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرتا تھا تو اللہ نے
 جنت اس پر حرام کر دی ہو۔

إِنَّهُ مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ
 فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ
 الْجَنَّةَ وَنَزَلَ بِهِ
 جَنَّاتٍ خَالِدِينَ فِيهَا
 وَأَنْزَلَ بِهِ

اور دوزخ میں اتار دیا اور اس کو جہنم کا

اور یہی وہ ترک عظیم ہے جس کو اگر ہرگز نہیں بخشے گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُتْرَكَ
بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ
ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (المائدة ۱۸)

یقیناً اللہ نہیں بخشے گا ترک کو اور
بجانب گناہ اس سے درجہ کے گناہ
جس کے چاہے گا۔

توحید کے ثانوی مطالبے | پھر آدمی جب توحید کے اس ادنیٰ اور ابتدائی
مطالبہ کو پورا کرے اور یہ درجہ اسکو حاصل ہو جائے
تو اس کے بعد اس کے کچھ اور بھی اہم مطالبے ہیں جن کے بغیر توحید کامل نہیں ہوتی مثلاً
یہ کہ وہ فیصلہ کر لے کہ مجھے صرف اللہ کے حکم پر چلنا ہی اسی کی اطاعت اور فرمانبرداری
کرنا ہے، اس کے حکم کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کے طریقہ یا قومی رسم و رواج یا حکومت
وقت کے قانون یا دنیا والوں کی رائے یا خود اپنی مصلحت اور یہی کی خواہش کو یا دوسرے
لوگوں کی پسند اور نفرت کو نہیں دیکھنا ہی بلکہ اس کے حکم کے مقابلہ میں ان سب چیزوں کو
پس پشت ڈال کر بس اس کے حکم اور اس کی مرضی پر چلنا ہو۔ بہر حال تکمیل توحید کے لیے
مندرجہ ہے کہ بندہ اپنی پوری زندگی میں یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ ہی کے حکم پر
چلنے کا فیصلہ کرے اور ہر حال میں اس کی اطاعت اور غلامی کو اپنا اصول زندگی بنائے۔
آیات ذیل میں توحید کے اسی درجہ کا بیان ہے:-

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ
هُوَ أَقْبَلُ قَالَ إِنْ هَذَا
إِلَهِهُ هُوَ الَّذِي هُوَ
الْبُطْهُ الَّذِي هُوَ
هُوَ الَّذِي هُوَ

کیا تم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی
ہواد ہو جس کو اپنا معبود بنا لیا ہو
کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی سچی
ہدایت ہے اور اگر تو نے ان کی

مِنْ يُصْبِرْ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ
 خدائات (اور ان کے من مانے
 حیانات) کی پیروی کی بعد اس
 کے کہ آپ کے تیسرے پانچ حقیقی علم تو
 (ابتداءً) نہیں ہو کا تیرا کوئی حمایتی اور مددگار۔

قُلْ إِنْ هَدَى اللَّهُ هُوَ
 کدوا اللہ کی ہدایت ہی ہدایت
 الْمُهْدَى وَابْرَأَ النَّسْلَ
 ہو اور ہم کو مکمل ہو کہ رب العالمین
 لِرَبِّ الْعَالَمِينَ
 ہی کی فرمانبرداری کریں۔

(الانعام ۶۶)

إِتَّبِعُوا أَمْرَ اللَّهِ الْبَاطِلَ
 پیرو جا کر اس کی جو تمہاری طرف
 مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا
 اتنا را گیا ہو تمہارے پروردگار
 مِنْ دُونِهِ اذْلِفَا
 کی طرف سے اور نہ پیروی کرو اس
 کے سوا اور رفیقوں کی۔
 (الاحزاب ۸۱)

ان آیات کا مطالبہ ایمان والوں سے یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو صرف اللہ کی ہدایت
 کے تابع کر دیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں بس اسی کے حکم پر چلیں۔ یقیناً بہت سوں کے
 لیے توحید کا یہ مطالبہ مشکل اور سخت ہو، لیکن کوئی شبہ نہیں کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" ان
 سے یہ بھی چاہتا ہو، اور اس کے بغیر ان کا ایمان و اسلام کامل نہیں ہے
 پہنچی گو ہم مسلمانم بلرزم کہ دائم مشکلات لا الہ را
 اسی طرح توحید کا ایک سنگین مطالبہ ایمان والوں سے یہ بھی ہے کہ اسی کی قادر و قیوم
 ذات پر وہ توکل و جہود نہ کریں اور اسی کو ایسا حافظ و ناصر اور طحا و مادی سمجھیں۔

اکیسے خیر اور بھلائی کی امیدیں رکھیں صرف اسی کے غضب اور قہر سے ڈریں اور اس کی نصرت و اعانت کے اعتماد پر دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کی بھی پروا نہ کریں۔

وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اور نہیں ڈرتے ہیں وہ اللہ کے سوا

(سورہ احزاب) کسی سے نہ

موسد کہ درپائے ریزی زرش دگر آ رہے نہی بر سرش

امید و ہراسش نہ باشد ز کس ہمیں است بنیاد توحید و بس

الغرض یہ سب بھی ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے اہم مطالبات میں سے ہیں اور جس شخص میں ختمی کمی اس بارہ میں رہے گی کچھنا چاہیے کہ اس کی توحید اتنی ہی ناقص اور ادھوری رہے گی اور وہ اسی حساب سے سرک میں گرفتار رہے گا۔ اور جس میں یہ باتیں جس قدر کامل درجہ میں ہوں گی اس کی توحید بھی اتنے ہی کامل درجے کی ہوگی۔

اس موقع پر یہ بتادینا بھی مناسب ہو گا کہ مادہ پرست اور خدا فراموش یورپ میں ہیردیستی، نوم پرستی اور وطن پرستی کی قسم کی جو گمراہیاں پیدا ہوئی ہیں اور جس طرح ان

سے واضح رہے کہ خیر اللہ سے صرف وہی ڈرتا اس توحید کے منافی ہو جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی شان ”فَعَالٌ مِّنَ الْبَاطِنِ“ سے نا آشنائی یا کم اعتمادی کی وجہ سے ہو، جب کہ عام طور سے ضعیف الایمان لوگوں کا حال ہوتا ہے ورنہ کسی خوفناک مخلوق مثلاً درندہ یا سانپ سے یا کسی بیدرد اور ظالم حاکم وقت سے صرف طبعی طور پر ڈرتا تو انسانی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور بہ توحید کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے بھی منافی نہیں ہو۔ ۱۲

کا خود پروردگار جو یہ سب بھی سرک ہی کی ذریعات ہیں اور اسلام لاکھ لاکھ اللہ ہی کی شریعتیں ان نئے ممبروں کو بھی مشاہد ہوتا ہے۔

مثلاً اپنے قومی ممبروں کی مستقل اور غیر مشروط پیرزنی کرنا، ان کے جتنے نسب کرنا اور ان کی تصویروں اور مجسموں کے سامنے بھی تقسیم و تہتیت کے منشا ہرے کرنا، اسلامی دنیا، سرحد کا، اور ان پر ہر ممبروں خیر خواہ اور قومی واجتماعی معاملات میں قانون اکہی سے بے پردا ہو کر اپنے حداندا شناس ریڈروں کی پیروی کرنا، تو میرد پرستی اور لیڈر پرستی کی یہ سب صورتیں بھی لاکھ لاکھ اللہ کے پیغام توحید کے قطعاً منافی ہیں اور اسلام میں ان کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

علی ہذا اپنے قوم اور وطن کو آج "اکہ" کی جو حیثیت دے رکھی ہے اور جس طرح اس کی غنمت و نعمت میں کے گیت گائے جاتے ہیں اور اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے وطن کی سر بلندی کو ان پرستار ان قوم و وطن نے جس طرح "نصب العین" اور مقصد حیات کا درجہ دے رکھا ہے اور حتی و باطل، صالح و فاسد سے قطع نظر کر کے قوم و وطن کی وفاداری کو جس طرح ایک مستقل "دین" بنایا گیا ہے اور مسلمانوں میں بھی یہ سب گمراہیاں بڑی تیزی کے ساتھ سراپت کرتی جا رہی ہیں) تو یہ سب بھی اسلام کے نقطہ نظر سے ایک طرح کا سرک ہی ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یورپ کے تراشے ہوئے یہ نئے بت (میرد، قوم، وطن وغیرہ) ایک کھاف سے تین کے یوں نے تبوں سے بھی زیادہ فتنہ انگیز ہیں، اقبال نے سچ کہا ہو سہ

اس دور میں سے اور ہر جام اور ہر حکم اور
مقام نے بھی تعمیر کیا اپنا حصرم اور
ساتی نے بنائی روش لطیف و کرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سکہ وطن ہو
جو پیر ہن اس کا ہو وہ مذہب کا کفن ہو
اقبال ہی نے اس بارہ میں ایک دوسری جگہ کہا ہے
فکر انساں بت پرستے بت گرے ہر زماں در حجبے سیکرے
بار طرح آذری انداخت است تازہ تر پر در گالے ساخت است
کامیاز خون ریختن اندر طبر
نام اور نگ ست وہم ملک و نسب
ادیت کشتہ تدچوں گو سفند پیش پاے این بت نار حنبد
لے کی خوردستی زمیناے خلیل گرمی خونت ز صہبائے خلیل
بر سر اس باطل حق پیر ہن
تبع " لا موجد الا هو " بن

توحید کا اعلیٰ درجہ | پھر اس سے بھی آگے توحید کا اعلیٰ درجہ یہ ہو کہ ہم صرف
اثر ہی سے لو لگائیں اور اسی کو اپنا حقیقی محبوب اور مقصود
و مطلوب بنائیں پھر اس کے عشق و محبت میں ہم ایسے فنا ہوں کہ جو کچھ کریں صرف اسی کے لیے
کریں اور اس کی رضا کے سوا ہر چیز کی خواہش ہمارے قلب سے نکل جائے، پھر ہمارا عمل

لے امام ربانی مجدد و اہل تانیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں توحید کے اسی درجہ کے متعلق ارقام فرماتے
ہیں:- "توحید عبارت از تلخیص قلب است از توجہ ما دون او سبحانہ تازمانیکہ دل را گرفتاری
(باقی منظر پر)

مہربان زیادہ ہی نہیں بلکہ ہمارا کھانا اور چٹائی سونا اور جاکتا، رومہ اور ہنٹا کسی سے
خوش ہو نایا آخر میں ہم اور زیادہ جانع لفظوں میں ہمارا امرنا اور مناسب اللہ کے لیے اور
صرف اسی کی رضا کے واسطے ہو گیا کہ "عینای و ما فی اللہ رب العالمین" ہمارا حال ہو
اور ہمارے دل کی یہ پکار ہو

خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زلیم خاکے شوم و بذر پائے تو زلیم
مستورہ من حستہ ز کونین توئی از بہر تو میرم و برائے تو زلیم
توحید کامل کے آثار و نتائج | جب اللہ کے کسی بندے کو توحید کا یہ اسلی
مقام حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس کا ہر کام

(سمو ۱۹ کا بقیہ حاشیہ)

ہاں اس معنی اگرچہ اقل قلیل باستداز باب توحید نیت : (مکتوب نمبر ۱۱۲ جلد اول)
اور سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ "فتوح الغیب" میں فرماتے ہیں :-
"لیس الشریک عبادۃ الا صنم مل هو متابعک لہواک وان تختار
مع ربک عذوجل شینا سواہ من الدنیا وما فیہا والاخرۃ
وما فیہا فہا سواہ عذوجل غیرہ فاذا رکن الی غیرہ فقد
اشرکت جبہ عذوجل غیرہ۔ (فتوح الغیب مقالہ ہفتم)
مطلب یہ ہو کہ صرف بت پرستی ہی شرک نہیں ہو بلکہ یہ بھی شرک ہو کہ تو اپنی خواہش میں نفس کا تابع ہو جائے
اور اپنے پروردگار کے ساتھ کو دنیا یا آخرت کی کسی اور چیز کو اختیار کرے، پھر جب اللہ کے سوا کسی اور
کی طرف تیری یا بہت کا میلان ہو تو گویا تو نے اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کر لیا۔

سرور اللہ کے لیے ہونے لگا ہے، جیسا کہ بظاہر اگر وہ اس نے ذاتی اور خانگی کام بھی کرتا ہو
 ذرہ بھی شخص اپنی ضرورت کے احساس اور نفسانی تقاضے سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل
 کی ست سے اور اسی کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ اور یہ بات (یعنی ہر چھوٹا بڑا کام رضائے
 اکہی ہی کے لیے کرنا) اس بندہ خدا کے لیے بالکل ایسی طبعی بات ہو جاتی ہو جس طرح
 عوام الناس ہر کام انہی ضرورت سے اور اپنے نفس کی خواہش سے کرتے ہیں، یہ درجہ
 نوحید اور اخلاص کا اعلیٰ درجہ ہے اور یہی مقام فنا ہو اور اسی مقام پر پہنچ گئے لا الہ
 الا اللہ کی تکمیل ہوتی ہے، حدیث میں ہے۔ مَنْ أَحَبَّ لِلّٰہِ وَأَنْفُسَہِ لِلّٰہِ وَأَعْطٰی لِلّٰہِ
 وَمَنْعَ لِلّٰہِ فَقَدْ اسْتَمْلَمَ الْاِیْمَانَ (ردوہ ابو داؤد عن ابی امامہ مکتوۃ)

مطلب یہ ہو کہ جس نے اللہ کے لیے محبت کی (جس سے محبت کی) اور اللہ کے لیے انفس
 رکھا (جس سے انفس رکھا) اور اللہ ہی کے لیے دیا (جس کو کچھ دیا) اور اللہ ہی کے لیے

۱۔ امام ربانیؒ اپنے ایک مکتوب گمراہی میں ان اہل اللہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:-
 ”اولہا اللہ ہر چہ کند برائے حق می کند جل و علا نہ برائے نفس خود، چہ نفس نشان فدائے
 حق شدہ است، و خصوص اخلاص و تصحیح نیت ایساں را در کار نیت، نیت ایساں بر نفسانی اثر
 و لہذا بالشر تصحیح یافتہ است، مثلاً شخصے کہ گرفتار نفس خود است، ہر چہ می کند برائے نفس خود می
 کند نیت کند یا نہ کند و یوں اس گرفتاری نفس زائل شود و گرفتاری حق جل و علا بجائے آن
 نشیند ناچار ہر چہ کند برائے حق کند، نیت دست و پیرایہ، نیت در محفل در کار راست و در تینق
 احتیاج بر تعین نیت ذالک فصل اللہ مؤتیہ من یتاع و اللہ ذو الفضل
 العظیم“ (مکتوب نمبر ۹ جلد اول)

دینے سے فخر زدہ رہیں گے دینے سے ہمت رکھ کر غرور میں نہ آئیں کہ وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے کہنے لگا، تو اس نے ایمان کی تحویل کر لی ت

ان کے جن بندوں کو اس نسبت کو کچھ سمجھ نہ گیا، ان کو کونین کی سب سے بڑی دولت مل گئی یہی وہ "مرہاںِ خدا" ہوتے ہیں جن کو راہِ خدا میں راحت و مصیبت بالکل یکساں ہوتی ہے اور زندگی کو موت سے زیادہ محبوب و مرغوب نہیں ہوتی، ان کے دل کے سارے ہرقت یہ آواز نکلتی ہے۔

زندہ کئی عطا ہے تو در بکستی قضا ہے تو

دل تندہ مبتلا ہے تو ہر چہ کئی رضا ہے تو

بلکہ وہ اللہ سے آرزوئیں کرتے ہیں کہ انہیں بار بار زندگی دی جائے تاکہ وہ بار بار راہِ خدا میں قربان ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اسی جذبہ کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

وَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ

بِیْ سَبِيلِ اللّٰهِ شَہْرًا

اَحْيٰی شَہْرًا قُلْتُ شَہْرًا

اَحْيٰی شَہْرًا قُلْتُ۔

میرا چاہیہا تھا ہے کہ راہِ خدا میں

مجھے شہید کیا جائے، پھر مجھے زندہ کیا جائے

اور پھر میں شہید کیا جاؤں، پھر میں چلایا

جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں۔

میخوام از خدا بدعا صد ہزار ال جاں

تا صد ہزار بار بمیرم براے تو

یہی وہ مستِ است ہوتے ہیں | اہل توحید کا فولادی عزم اور طاقت انقلاب | اگر مشکلات اور خطرات ان کا

راتہ نہیں روک سکتے بلکہ وہ کسی خطرے کو حاضر ہی میں نہیں لاتے سہ
 عشق را از تیغ و خنجر پاک سیت اصل عشق از آب و باد و خاک نیت
 در جہاں ہم صلح ہم پیکار عشق آب جیواں تیغ جو ہر دار عشق
 از نگاہ عشق حسن را شوق شود

عشق حق آخر سرا پا حق شود
 ان عشق باز دے کے زور ید اللہ ہی کا کون اندازہ کر سکتا ہے یہ مردان خدا اور
 فقیر ان بے نوا جن کے پاس اللہ کے نام اور قلب میں لا الہ الا اللہ کی طاقت کے سوا اور
 کچھ بھی نہیں ہوتا جب محض اللہ کے لیے وقت کے ظالموں اور جاہلوں نے مکر اتے ہیں
 تو بڑے بڑے فرعون و فرداؤں کے سامنے لرزہ بر اندام نظر آتے ہیں سہ

باسلاطیں می فتہ مردے فقیر از شکوہ دور یا لرزہ دوسرینہ
 از جنوں می افگندہ ہوئے شہر دار ہا ند خلق را از جبر و تہر
 قلب اور اتوت از جذب و سلوک
 پیٹی سلطانی نعرہ او " لا ملوک "

یہ بندگان خدا چوں کہ اپنی ہستی کو بالکل مٹا دیتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں صرف
 اللہ کے لیے اور اللہ کی طرف سے کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے اقدامات اور ان
 کے افعال کو انہی طرف منسوب فرماتا ہے اور پھر ان کی لائق رکھتا ہے، حدیث قدسی
 میں "حَتَّىٰ كُنَّا سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَحَيْثُ كَا
 الَّذِي يَنْطَلِسُ بِهِ" (او کہاں قال) اسی حال کی تعبیر ہو یہی وہ خاصان خدا ہوتے

سہ یہ ایک صحیح حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض مذہبے قرب الہی کے مقامات (باقی صفحہ ۲۴ ر)

ہیں جس کے متعلق حدیث نبویؐ میں ہے کہ اگر یہ اندر پڑ کر کسی قسم کا بھیجیں تو پھر اندر ان کی قسم پوری کرنا ہو (لَوْ أَشْفَعْنَا عَلَى اللَّهِ لَا يَشْفَعُ) اُسے کاتس اہم لاکہ الا اندر کے اس مقام کی حیثیت اس کے برابر دقت اور اس کی کار فرمایوں اور کثرت کاریوں سے کچھ آسان ہی ہو جائیں۔

توحید کا یہ درجہ کہ بندہ کی مراد اور اس کا محبوب اور مقصود و مطلوب حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہ رہے، اگرچہ عام نہیں ہے اور نہ ایمان و اسلام یا نجات اس پر موقوف ہے بلکہ یہ صرف کمال ایمان کا درجہ ہے۔ جیسا کہ ابو امامہ کی مذکورہ صدر حدیث کے لفظ فَقَدْ اُسْتُكْمِلَ الْاِيْمَانُ سے بھی ظاہر ہو، لیکن اس میں نہ نہیں کہ یہ ہے اتنی بڑی دولت کہ اگر بنائیں اور عمریں کھپا کے اور دنیا کی ساری لذتیں اور راحتیں

(بقیہ حاشیہ ص ۲) ملے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے کان ان کی آنکھیں اور ان کے ہاتھ ان کے نہیں رہتے بلکہ وہ چوں کہ صرف اللہ کے لیے مشغول ہوتے ہیں اس لیے ان کی یہ ساری قومیں گویا اللہ کی ہو جاتی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ نفوذِ باشریہ لوگ خدا ہو جاتے ہیں یا خدا ان کا جزو ہو جاتا ہے — ۱۲

۱۲ حضرت امام ربانیؒ ایک مکتوب میں تصریح فرماتے ہیں۔

”وایں قسم قسمی آکھ، مشکترہ نمودن دار نفسی مقصود بیت، بنہی معبود دست خیر اکون تہرہ“

د مکتوب نمبر ۲۲ بوب دوم؛

کمال ایمان است کہ بولایت مر لوط است“

ہمیشہ کے لیے قربان کر کے بھی حاصل ہو سکے تو بڑی ارزاں ہے اور حاصل نہ کرنے والے بڑے ہی محروم اور بے نصیب ہیں، مگر اس راہ کے حار فوں کا بیان ہے کہ اگر طلب صادق ہو، اور کوشش صحیح طریقہ پر ہو تو یہ بہت زیادہ مشکل اٹھوں بھی نہیں ہے کہ ہم اس کی آرزو اور اس کے لیے کوشش بھی نہ کر سکیں بلکہ اربابِ نہت کے لیے رات بھر کھلا ہوا ہے اور سچے طالبوں کو خود اللہ کی رحمت اپنی طرف کھینچ ہی لیتی ہے۔ اس حسیم و کریم نے اپنے ذمے لکھ دیا ہے۔

وَالَّذِينَ حَاهَدُوا فِينَا
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا
اور جو لوگ ہمارے راتے میں کما حقہ
جد جہد کریں ہم ضرور ان پر اپنے راتے
کھولیں گے۔

وَيَهْدِي إِلَيْنَا مَنْ
يُنِيبُ
اور جو سچ کر لیتا ہو اللہ کی طرف
اس کو اٹھ راتے پر لگا ہی دیتا ہو۔

بہر حال اگر سچی ثابت ہو اور جہد و قربانی کما حقہ اور صحیح طریق پر ہو تو پھر محروم رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بالکل سچی ترجمانی کی ہے اللہ کی جس نے کہا ہے ۵

در حضرتِ مادی دوستی یکدلہ کن
یک صبح با خلاص بابر دمن
ہر چیز کہ غیر مات آزمایہ کن
گر کار تو برینسا ید گلہ کن

توحید کامل کے مقام تک پہنچنے کے لیے ابتدائی نصاب | آئیے واسطے
اس منزل مقصود

کی طرف جانے کے لیے صحیح تر راسخہ تو وہی ہو گا جو اس منزل کا کوئی شناسا اور اس راہ کا کوئی راہبر آپ کے لیے تجویز کرے لیکن ہم جیسے مبتدیوں کے لیے ایک عمومی تدبیر جس

میں انتہائی کوئی ضرورت اور کھٹکی نہیں ہے اور جو اس راہ کے عارضوں ہی کی سبائی اور کھنٹی ہوئی ہے، یہ بھی ہے کہ اس حقیقت کا وہ بیان کر کے کہ ”اللہ کے سوا ایک ہی مقصود و مطلوب نہیں“ اسی کلمہ لا الہ الا اللہ کے ذکر کی کثرت کی جائے۔ یعنی قسلس اور تکرار کے ساتھ دل اور زبان ہم آواز ہر کے الہ پا کریں ”لا الہ الا اللہ“ (اللہ کے سوا کوئی مقصود و مطلوب نہیں) اس معنی کے وہ بیان کے ساتھ اس ذکر کی کثرت ہی سے انشاء اللہ یہ کیفیت پیدا ہونے لگے گی اور جہانے چاہا تو ترقی کرتی جائے گی۔

(تبیین) منظور بلا میں جو کچھ عرض کیا گیا ہو اس کو اس مقصد عظیم (یعنی توحید حقیقی اور ”اخلاص“ کے اعلیٰ مقام کے حصول) کا پورا انصاب نہ کھجا جائے۔ یہ تو اس ماہ کے مہینوں نے محض ابتدائے کار کے لیے کھایا ہے، گویا یہ صرف ہم اللہ کو درنا اس راتے کے طے کرنے کے لیے عام طور پر اللہ کے کسی صاحبِ اخلاص بندہ کی رہنمائی اور نگرانی کی ضرورت ہوتی ہی ہے وہی ساکس کے حالات کی رہایت رکھتے

۱۔ امام ربانی حضرت محمد دلف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں۔
 ”در تحصیل این دولت مناسب مال ساکس معنی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ مقصود الا اللہ است
 چنداں تکرار این کلمہ باید کہ از بودیت غیر نامے دنانے نہ ماند و مراد بیزا و تعالیٰ ایچہ چیسز
 ز بودے (مکتوب نمبر ۳ جلد سوم)

نیز اسی جلد کے تیرھویں مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں۔
 ”مستزہم ذکر نفسی و اثبات باشد و جمیع مرادات را تکرار این کلمہ طیبہ از راحت سینہ
 آریہ تا مقصود و مطلوب و محبوب بزیکیہ نباشد (مکتوب نمبر ۱۳ جلد سوم)

ہوئے ہر موقع اور ہر منزل بر صحیح مشورے دے سکتا ہے، بلکہ ائمہ فن نے تصریح کی ہو کہ
 ”تزکیۂ قلب“ اور ”تحصیل مقام قرب و اخلاص“ کے بارہ میں ذکر کا جو اثر ہوتا ہو
 وہ بھی مختلف وجوہ سے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے کسی صاحب دل شیخ کی
 تلقین اور گرافنی وجہ سے اور صحبت کی برکت سے قوی تر اور نیز تر ہو جاتا ہو۔ اگرچہ
 ذکر کے اجر آخر دی میں اس کی وجہ سے کوئی خاص کمی بیشی نہیں ہوتی۔

بہر حال اس راستہ میں کسی واقف رسم و راہ بندہ خدا کی رہنمائی اور صحبت عام
 حالات میں قریب قریب ضروریات ہی میں سے ہو۔ اس کے بغیر ”حقیقی اخلاص“ کا
 حصول اور اس میں استقامت، جیسا کہ اس راہ کے تجربہ کاروں نے لکھا ہو اہل نحو اس
 ہی کا حصہ ہو اور مستغنیات میں سے ہو، سچ کہا ہے کہنے والے نے یہ

دیں نگر دو پختہ بے آداب عشق دیں بگیر از صحبت ارباب عشق
 ظاہر او سوزناک و آتشیں باطن او نور رب العالمین (اقبال)

یہاں تک تو ”لا الہ الا اللہ“ کے معنی اور توحید کے درجات اور ان کے متعلقات کا بیان
 تھا، اب آخر میں اس مبارک اور مقدس کلمہ لا الہ الا اللہ کی عظمت اور اہمیت
 کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔ یقیناً
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بھی اس کلمہ کی عظمت و اہمیت کا عارف
 نہیں ہو سکتا۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث

میں بھی ایک مشہور حدیث مروی ہے جس کا پہلا بڑا ہے۔

أَلَا يَمَانُ بَضْعٌ وَسَبْعُونَ
وَمَا كُنْتُ فِي شَيْءٍ مِّنْ شَيْءٍ
سُعْبَةٍ وَأَمْسَلَتْهُ أَقْوَلُ
أَن مِّنْ أَنْفُسٍ تَرَىٰ شَيْئًا
لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(۲) منہ احمد اور معجم طبرانی وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی

روایت سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِّثُوا
يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَكَيْفَ تَجِدُونِي إِيمَانًا
قَالَ أَكْبَرُ وَأَمِنْ قَوْلٍ
لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اپنے ایمانوں کی تجدید یعنی ان کو تازہ
کرتے رہو کہ وہ صحابہؓ نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ تم کس طرح اپنے ایمان
کی تجدید کیا کریں؟ انہی نے فرمایا۔
”لا الہ الا اللہ“ کثرت سے پڑھا کر دو۔

(۳) حضرت مجاہدؓ کی مشہور حدیث جو جو ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ میں مروی ہو

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

تمام اذکار میں افضل دینی لا الہ الا اللہ ہے۔

(۴) اور نسائی اور حاکم اور بیہقی وغیرہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت

سے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے، جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
موسیٰؑ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں
وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ فِي كِفَّةٍ ایک پلٹے میں رکھی جائیں اور
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كِفَّةٍ لاکہ الا اللہ دوسرے پلٹے میں
مَا لَتْ بِهِمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو لاکہ الا اللہ والا پلٹا ہی بھاری ہوگا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم)

کلمہ طیبہ کا

دوسرا جز، رسالت محمدی

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، اُس کے پیغمبر ہیں)
توحید کے بعد اسلام کی دوسری بنیاد شہادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت
پر ایمان لانا اور اس کی شہادت دینا ہے۔

رسالت کی حقیقت اور پیغمبری کے منصب کو سمجھنے کے لیے اور بالخصوص حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں جو ممتاز مقام ہے، اُس سے واقفیت حاصل کرنے کے
لیے مندرجہ ذیل مقدمات کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

۱۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہہ کے ہم نے توحید کی شہادت دی تھی اور اپنے اس اعتقاد
دایمان کا اعلان اور اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا معبود ہے۔
لہذا ہم اس کی اور صرف اس کی عبادت کریں گے اور وہی ہمارا مالک اور حقیقی بادشاہ

ہے، لہذا اُس کے اور صرف اُسی کے حکموں پر چلیں گے، اور وہی ہمارا مقصد و مطلوب ہو
اس لیے اسی کی رضا جوئی کو ہم اپنا نصب العین اور مقصد حیات بنائیں گے، اُسی کے لیے
جیئیں گے اور اُسی کے لیے مریں گے۔

(۲) لیکن ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت
کا صحیح طریقہ معلوم ہو، اور اُس کے ان احکام کا بھی علم ہو، جن پر وہ ہم کو چلانا چاہتا
ہو، اور اس کی رضا مندی و ناراضی کے اصول و موجبات سے کبھی ہم باخبر اور اس
کے تقرب کی راہوں سے بھی ہم آشنا ہوں، ہماری اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے
اللہ تعالیٰ نے شرع دینا سے نبوت و رسالت کا مقدس سلسلہ جاری کیا اور انہی چیزوں
کی تسلیم و ہدایت کے لیے مختلف ناذل اور مختلف ملکوں اور قوموں میں اس نے اپنے
رسول بھیجے، جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت
کرائی، توحید کا درس دیا اور اس کی ذات و صفات اور مبادی و معاد کے متعلق عقائد
صحیحہ کی تلقین کی، نیز اللہ کی عبادت کے صحیح طریقے ان کو بتلائے اور معاملات و معاشر
وغیرہ کے بارہ میں اس کے احکام و قوانین اُن تک پہنچائے اور رضائے الہی و قرب
خداوندی کی طرف جانے والے راستہ کو ان کے لیے روشن کیا (صلوٰۃ و سلام ہو ان سب پر)
(۳) لیکن اسے دو ڈھائی ہزار برس پہلے تک دنیا میں بنے والی قومیں
چوں کہ ایک دوسرے بالکل الگ تھلگ اپنے اپنے علاقوں میں محدود اور متقیہ
تھیں اور دنیا کے مختلف حصوں میں آمد و رفت اور سیل جول کی جو صورتیں بعد
میں پیدا ہوئیں، اُس وقت تک وہ وجود میں نہیں آئی تھیں جس کی وجہ سے مختلف
ملکوں میں رہنے والی قوموں کے مزاج اور احوال میں غیر معمولی فرق تھا، اس لیے

اُس وقت تک جتنے پیغمبر آتے تھے وہ سب اپنے اپنے ملکوں اور اپنی اپنی قوموں ہی کی ہدایت کے لیے آتے تھے، نیز اُس وقت تک تمام انسانوں کی اندرونی سلامتیوں بھی ناممکن تھیں، مگر انسانیت ابھی نابالغ اور نطفی میں تھی اور کسی کامل ممکن دین کے تحقق کے قابل نہیں ہوئی تھی، اس لیے ان پیغمبروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ جو احکام اور جو قانون و دستور ان قوموں کے لیے بھیجتے تھے اس میں ان کے مخصوص مزاہات اور احوال کی رعایت کے ساتھ ان کی اندرونی صلاحیت اور سہ برداشت کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا جس کی وجہ سے ان کی شریعتوں میں احکام کی کمی بیشی، اجمال و تفصیل اور سختی و نرمی کے لحاظ سے باہم کچھ فرق بھی ہوا تھا۔

بوت و رسالت کا یہ سلسلہ چلتا رہا، اور اس شریعت ہی جانتا ہو کہ اُس کی طرف سے کتنے پیغمبر، کن کن قوموں میں کس کس وقت آئے۔ ان میں سے چند پیغمبروں کے نام اور ان کے کچھ حالات و اوقات بھی ہم کو قرآن مجید میں بتلائے گئے ہیں اور ساتھ ہی تشریح کر دی گئی ہو کہ ان کے علاوہ بھی اور بہت سے پیغمبر ہم نے مختلف قوموں میں بھیجے ہیں۔ (۱) ہم ان سب انبیاء و رسل کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی ہدایت و رہنمائی اور پیغمبرانہ ماسی کا اعتراف اور ان کی تنظیم و توفیر کو اپنا دینی فرض جانتے ہیں۔ اللہ کا صلوات و سلام ہو ان سب پر (۲) پھر اسے کوئی ڈیڑھ ہزار برس پہلے اللہ کے ہزاروں پیغمبروں کی تعلیم

و تربیت کے نتیجہ میں اور ہزاروں سال کی فطری تدریجی ترقی کے بعد جب انسانوں کی وہ اندرونی صلاحیتیں مکمل ہو گئیں جن کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ہم کو دین کا مکلف کیا ہو، مگر یا جب انسانیت اپنی دینی استعداد کے لحاظ

سے سن بولے کہ پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے اسی زمانہ میں دنیا کی مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے درمیان تعارف اور میل جول کے ایسے اسباب بھی پیدا کرنے شروع کر دیے جن کی وجہ سے علوم و افکار اور اخلاق و عادات ایک قوم سے دوسری قوم میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف منتقل ہونے لگے اور ایک ملک کی آواہ و سرگرمی تک پہنچ سکنے کی صورتیں پیدا ہو گئیں۔ الفرض جب اس طور سے وہ دنیا جو بہت سے الگ تھلگ ٹکڑوں میں بنی ہوئی تھی "ایک دنیا" بن گئی، تو وقت آیا کہ پوری دنیا کے لیے ایک ہی کامل و مکمل دین اور ایک ہی دستور و آئین مجسم کیا جائے اور سب ملکوں اور ساری قوموں کے لیے ایک ہی رسول مبعوث کیا جائے۔

(۵) ہیں اسی فطری تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جزیرہ نمائے عرب کے مرکزی شہر مکہ معظمہ میں سرور کائنات رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کیلئے رسول اور ساری قوموں کے واسطے ہادی بنا کے بھیجا اور حکم دیا کہ ساری دنیا کے انسانوں کو پیغام دو۔

الحاق دہ دہ ہزار برس پہلے کی دنیا کا نقشہ اور اُس وقت کی مختلف قوموں کی تاریخ سامے رکھیں تو ٹری آسانی سے یہ چیز آپ کی نگاہ میں آسکتی ہو کہ ساری دنیا کی سیمیں گہری لیے اس وقت سر کے ایک انسان کا احاطہ کیوں کیا گیا۔ سندرجہ ذیل حقیقتوں پر ذرا غور کیجئے۔

(الف) عرب کا ملک الیسا اور افریقہ کے ممالک وسط میں واقع ہوا اور یورپ بھی یہاں سے قریب ہی ہوا، بالخصوص اسکا جنوبی حصہ جس میں اُس زمانہ کی تمدن تو میں زیادہ تر آباد تھیں عرب سے قریب ہی ہوا، فاصلہ یہ تو جتنے فاصلہ یہ کہ ہندستان ہوا، العرض اولاً تو (باقی اگلے صفحہ پر)

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
 الَّذِي إِلَيْكُمْ بِحُجَّتِ اللَّهِ
 أَنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
 فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ صُلُوبَكَ
 بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْحَيُّ
 الْقَيُّومُ الَّذِي يَتَوَكَّلُ
 عَلَى اللَّهِ وَكُنْتُمْ أَشْقَى
 لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
 (الاحزاب . ص ۱۲)

تم لو کہ اسو میں تم سب کی طرف
 اے لو کہ میں تم پر اللہ کی طرف
 سے مبعوث ہوں اور میں اللہ ہی ہوں
 اور نہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
 ہے۔ تو میں اسی اللہ پر ایمان لاؤ اور اس
 کے رسول بھی اسی پر سو خرداؤ اور
 اس کے احکام پر ایمان رکھنا ہو اور
 اس کا اتباع کر دنا کہ تم ہدایت
 پا جاؤ۔

(صفحہ ۳۳ کا بقیہ جاوے) اس مخصوص ممبرانی پوزیشن کی وجہ سے عالم گیر پیغمبری کے لیے اس وقت
 سب سے زیادہ ترین مقام ہو سکتا تھا۔

(ب) تاہم یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہو کہ اس زمانہ کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ ہی چند
 ایسے مادیات و مفاسد اور امتیازی اور صلت اپنے اندر رکھتی تھی جو اتنے بڑے کام کے لیے ضروری
 تھے۔ مثلاً اس کا کل و دماغ صلت اور اس کی زندگی سادہ تھی، اور کسی نشانہ اور کسی نظام فکر اور
 کسی تمدن کی جڑیں اس کے دل و دماغ کی زمین میں جمی ہوئی نہ تھیں، جن کا انکارنا اور
 ان کی جگہ نئے فلسفہ اور نئے تمدن کو بٹھانا مشکل ہوتا۔ نیز یہ تو کسی سیاسی نظام کی بنیادوں
 میں جبر و بند نہ ہونے اور غلامی کی ہوا سے بھی محفوظ رہنے کی وجہ سے (باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

اور چون کہ انسانیت اپنی دینی استعداد کے لحاظ سے کامل ہو چکی تھی۔ اور اس میں کامل و مکمل دین کے قتل کی صلاحیت ایسی تھی اس لیے اسی بنی اُمّی کی تعلیم کے ذریعے (صفحہ ۳۴ کا بقیہ حاشیہ) بڑی بلند حوصلہ سے پناہ عزم و ہمت کی مالک، نہایت خود دار اور غیور، شجاعت پتہ اپنی بات کے لیے بے دریغ اور بے حساب قربانیاں کرنے والی، سخت جفاکش اور مشکلات سے کبھی نہ ہتھ موڑنے والی، اور اپنی فطرت میں نہایت قابلِ داناگی جو ہر رکھنے والی قوم تھی، ہمارے ان سب حقیقتوں کی گواہ ہو، اور عربوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد جو کچھ دنیا میں کر کے دکھایا وہ ہمارے اس بیان کا روشن ثبوت ہو۔

دعویٰ پھر اس قوم کے پاس ملک نہایت اعلیٰ اور ترقی یافتہ زبان تھی جو کسی عالمگیر صلاحی انقلاب کا ذریعہ بننے کے لیے اس وقت کی تمام دوسری زبانوں سے زیادہ صلاحیت رکھتی تھی اور آج بھی اس کی یہ خصوصیت جوں کی توں باقی ہو۔ کسی غیر عربی داں کے لیے عربی زبان کی اس خصوصیت کا اندازہ کرنا تو مشکل ہوگا۔ لیکن عربی داں جانتے ہیں کہ اس زبان میں کس بلا کی طاقت اور کس دعوت کا ترجمان اور ذریعہ تبلیغ بننے کی کتنی اعلیٰ صلاحیت ہو۔

بہر حال یہ وہ وجوہات ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر ہر عقل والا سمجھ سکتا ہو کہ عالمگیر پیغمبری کے لیے ملک عسبر اور عربی قوم ہی کا انتخاب ہونا چاہیئے تھا۔

اے بعد کے زمانوں میں بالخصوص یورپ کی اس نشاۃ ثانیہ کے دور میں علوم و فنون اور ایجادات و انکشافات میں جو ترقیاں ہوئی ہیں ان کی وجہ سے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہونا چاہیئے کہ ”انسانی صلاحیت“ برابر ترقی پذیر ہو۔ کیونکہ یہ ترقی دراصل تفریعات اور تجربات کی ترقی ہو اور اس کا تعلق مادیات سے ہو اور ہماری گفتگو جس صلاحیت میں ہو وہ بالکل دوسری چیز ہو اور ہر واقعہ حال جانتا ہو کہ اس ماہ میں یورپ نے ایک اپنے بھی ترقی نہیں کی ہو۔ ۱۲۔

دینی نظام کی آخری تکمیل بھی کر دی گئی اور اعلان فرمایا گیا۔

اَلْيَوْمَ اَمَلْتُ لَكُمْ نِيكَمُ
وَ اَثْمْتُ عَلَيْكُمْ بَغْيِيَّةً
آج میں نے تمہارے لیے دین
کو کامل کر دیا اور انہی نعمتوں
پر پوری کر دی ہے

(الاحزاب ۵۷)

اسے قرآن میں کہے اس اعلان اور اس دعوے سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ہلام کا کام
و محسوس دین ہونا اور کتاب اسلام و قرآن مجید کا ہر زاویہ اور ہر کونے انسانوں کی ہدایت و رہائی کے
لیے کافی وافی ہونا، ایک لمبی ظاہر و آشکار اور تجربہ میں آئی ہوئی حقیقت ہے کہ کوئی دشمن بھی
اس سے انکار نہیں کر سکتا، اس سرے میں کتنے انتسابات آئے، کتنے فلسفے، کتنے نظریے، کتنے
نویس اور کتنے مناجیلے اور بگڑے اور دنیا نے انہیں فرسودہ اور ناقابل عمل قرار دے کر
ردی کر دیا، لیکن "جی ائی" کا پیش کیا ہوا اسلام اور اس کا صحیفہ قرآن مجید باطل اپنی
جگہ پر ہو، اور آج تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس کا کوئی ذہین سے ذہین دشمن اس
کے کسی ایک حکم میں کسی ادنیٰ تبدیلی و ترمیم کی ضرورت ثابت نہیں کر سکتا مگر اسلام اور
قرآن کے کام اور اٹل ہونے کا اس سے بھی بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے نہانے والے بھی آہستہ
آہستہ اس کے اصولوں کو اختیار کرتے جا رہے ہیں، ان اوراق میں تفصیل کی گنجائش نہیں
ہو ورنہ بتلایا جاسکتا، ہو کہ کہ آپیات سے لے کر معاملات و معاشرت تک میں آج کی ترقی
 یافتہ قومیں اسلام کی کس طرح خوشہ چینی کر رہی ہیں اور کس قدر تہر زقاری سے اسلام
کے اصولوں کو اپناتی جا رہی ہیں واقعہ یہ ہے کہ اگر اسلام (کامل و مکمل اسلام، دنیا کے
کسی خطہ میں ایسی غلطی میں اس وقت قائم ہوئے یعنی اسلام (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

(۶) پھر دین کی اس تکمیل کے بعد حکمت الہی کا یہ بھی تقاضا ہوا کہ اس دین کو ہمیشہ کے لیے ہر قسم کی تحریف اور ملحدت سے محفوظ کر دیا جائے اور اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا جائے کہ دنیا ہمیشہ ہمیشہ اس سے روشنی حاصل کرتی رہے، یہاں چہ قدرت خداوندی نے ایسے اسباب پیدا فرمادیے کہ یہ آخری مکمل دین اور اس کا صحیفہ (قرآن مجید) ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے اور کسی ملحدت، کسی تبدیل و ترمیم اور کسی شک و شبہ کے لیے (صفحہ ۳۶ کا بقیہ حاشیہ) کے اجتماع اور انفرادی تمام قوانین کا عملی نمونہ کہیں دیکھا جاسکتا۔ تو یقیناً دنیا کی بہت سی صاحب اقتدار قومیں اس کے زیر سایہ آجائے ہی ہیں انہی اور کئی انسانیت کی نجات بھتیں۔ کاش مسلمان اور مسلمانوں کی حکومتیں ایسے منصب اور مانتی اس خاص ذمہ داری کو گھسیں۔ ۱۲۔

۱۳۔ قرآن مجید کی یہ حفاظت (اور اس کے ذریعہ دین اسلام کی حفاظت) دین حق کا ایسا معجزہ ہو جو اسلام کے منکروں کے لیے آج بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نجات اور نہایت روشن دلیل ہو، اور غور تو کیجئے قرآن مجید کا طرز بیان عام انسانوں حتیٰ کہ خود اہل عیسٰی کے طرز کلام سے بھی ممتاز اور نرالا ہے اور جس جاہلی ماحول اور جس ظلماتی فضا میں وہ نازل ہوا ہے اس میں اس کے مضامین بھی لوگوں کے لیے اچھے کی باتیں ہیں جن سے وہ دسمانوس ہیں، پھر جس ہستی پر وہ نازل ہوا ہے وہ ”امی“ ہے، نوشتہ خداوند سے آتا ہے، خود قرآن کے بیان کے مطابق مَا كُنْتَ مَذْرُوعًا مَّا الْيَكْتَبُ اس کا حال ہے، یعنی وہ اپنے قلم سے ایک سطر بیکریا کلمہ لکھنے پر بھی قادر نہیں ہے، بلکہ اس کو اگر کبھی کچھ کھانا ہوتا ہے تو دوسروں ہی سے لکھایا جاتا ہے، پھر قرآن دس پانچ ورق کا کوئی چھوٹا سا صحیفہ نہیں ہے، بلکہ ابھی خاصی ضخیم کتاب ہے، اور زمانہ برس کا بھی نہیں ہے کہ جو کتاب ایک دفعہ چھپ جائے وہ محفوظ رہ جائے (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ ہے کہ اس میں حفاظت کی ضمانت کا اعلان قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا۔

إِنَّا نَحْنُ نُحَافِظُكَ
إِنَّا نَحْنُ نُحَافِظُكَ
ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہوگا،
ہم خود ضرور بالضرور اس حفاظت
کرنے والے ہیں۔ (تبرہ ۱۱)

یہیں سے اپنے یہ بھی سمجھ لیا ہوگا کہ جب دین آخری حد تک مکمل بھی ہو گیا اور محفوظ بھی، تو اب دنیا کو کسی نئی نبوت اور نئے ہدایت نامہ کی مطلق ضرورت نہیں رہی۔ لہذا نبوت محمدی کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ محض جھوٹ اور افتراء علیٰ اللہ ہے۔

جو ایسا فی الواقع تاریخی حقیقتیں مندرجہ بالا تہمیدی سطور میں ذکر کی گئی ہیں (جو از روئے عقل بھی ثابت اور واجب التسلیم ہیں اور از روئے نقل بھی) ان سب کا نتیجہ اور ماحصل یہ ہوا کہ
اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اور اپنے احکام اور

(صفحہ ۲۰ کا بقیہ ساتھیہ) بلکہ صورت یہ ہو کہ جس ملک اور جس قوم میں قرآن نازل ہوا ہو اس میں لکھنے پڑھنے کا رواج بھی بہت کم ہو اس لیے ایسا بھی نہیں کہ اس کے بہت سے مکمل نسخے عہد نبوی میں تیار ہو گئے ہوں۔ بہر حال جس کتاب کی یہ سرگزشت ہو اور جو اسباب حفاظت سے اس قدر تہیادست ہو، اس کتاب کا اس طرح محفوظ رہ جانا جس طرح قرآن نیکو محفوظ رہا، اگر معجزہ اور قدرت الہی کا خاص کر ثمرہ نہیں تو کیا ہے؟ — ۱۷

اپنی مرضیات سے اُن کو باخبر کرنے کے واسطے نبوت کا جو سلسلہ ابتداءً دُنیا سے جاری کیا تھا، سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مقبّس و مبارک سلسلہ کی آخری کڑی ہیں (یا خود اپنی تمثیل کے مطابق عمارت نبوت کی آخری اینٹ ہیں) حتیٰ تعالیٰ کے مقتدر ناسدے اور اس کی مرضیات کے سچے ترجمان ہیں، اُن کا پیغام اللہ کا پیغام، اور اُن کی ہدایت اللہ کی ہدایت ہو، لہذا اُن کی اطاعت و فرمانبرداری بعینہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو، کیوں کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ ہی کی طرف سے کہتے ہیں اور اسی کا حکم ہو سچاتے ہیں۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ
أَطَاعَ اللَّهَ
جس نے رسول کی اطاعت
کی اُس نے در حقیقت اللہ
ہی کی اطاعت کی
(النساء ۵۶)

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ
هُوَ إِلَّا دَحْيُ يَوْحَىٰ
یہ رسول اپنے جہ سے نہیں بولتے
بلکہ (جو ہدایت یہ دیتے ہیں)
وہ ہمایہی ہی دحی ہو جو اُن پر کی
جاتی ہے۔
(الانجم ۱۶)

گفتہ او گفتہ اللہ بود مگر چہ از حلقہٴ عبد اللہ بود
یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اگر اس کی روشنی میں آپ نے رسالت کی حقیقت
اور اس کے مقصد و منصب کو سمجھ لیا ہو تو حقیقت خود بخود آپ پر واضح ہو گئی ہوگی
کہ کسی ہستی کو اللہ کا رسول مان لینا، اور اس کی رسالت کی شہادت دینا کیا معنی

رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے آدمی پر کیا ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ تاہم مسلمانوں کی موجودہ غفلت و خود فراموشی کے پیش نظر چند نصیحت ضروری معلوم ہوتی ہیں۔

کسی کو رسول ماننے کا مطلب اور اسکے لوازم

اپنے جب کسی کو ”اندرکار“ مان لیا اور اس کی شہادت دی تو درحقیقت اپنے اپنے لیے اور اپنی مائے میں ساری دنیا کے لیے بہت بڑے اور نہایت اہم چند فیصلے کر دالے۔ ایسے فیصلے کہ ان سے بڑے اور ان سے زیادہ انقلاب آفریں قسم کے کسی فیصلے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا گویا اپنے اپنے دل و دماغ اور اپنی زبان سے فیصلہ کر دیا، کہ

(ا) خالق کائنات اور فاطر ہستی کے بارے میں، دنیا کے آغاز و انجام کے بارے میں زمین و آسمان اور اس سارے جہان کے بارے میں وہ نبی رسول جو کچھ کہتا ہے اور بتلاتا ہو، وہی اور سرت وہی حق اور سچ ہو کیوں کہ وہ اپنی غور و فکر سے نہیں، بلکہ خدا کے عظیم و خیر کے منتھے ہوئے سلم سے کہہ رہا ہو اور دنیا بھر کے فلاسفہ اور مفکرین و متفین بھی اگر اس کے خلاف کہیں یا کہہ رہے ہوں تو وہ سب باطل ہو، جھوٹ ہو، اور اندھوں کی اٹکل بچھو۔

(ب) وہ جن ان دیکھی اور ان سنی چیزوں کی خبر دیتا ہو، مثلاً فرشتوں کی ہستی اور ان کے اوصاف و افعال بتلاتا ہے، یا مثلاً قیامت آنے اور اس کے بعد حشر برپا ہونے اور پھر آخرت میں حساب کتاب اور جہنم کے ہونے کی

نبردیتا ہی یا جنت و دوزخ کا موجود ہونا اور پھر جنت میں طرح طرح کی نعمتوں کا اور دوزخ میں انواع و اقسام کے دردناک غذاؤں کا ہونا جس تفصیل سے وہ بیان کرتا ہی وہ سب حق ہے، بلاچوں و جبرائٹس کا ماننا ضروری ہے، کیونکہ وہ سب باتیں خدا کی طرف سے تکرار ہاتھ۔ لہذا اس کی بیان کی ہوئی (یقیناً اس کی بیان کی ہوئی) کسی چیز کے ماننے سے اگر کوئی انکار کرے تو وہ ایمان اور نجات سے محروم ہے۔

(رج) اسی طرح عبادات کے بارہ میں، اخلاق و آداب کے بارہ میں اور تمدن و معاشرت کے بارہ میں جو احکام اُس نے دیے ہیں اور علیٰ ہذا سیاست و جہاں بانی کے بھی جو اصول و قوانین اُس نے تیار کئے ہیں، الغرض انسانی زندگی کے ان تمام شعبوں میں اُس کی جو تعلیمات اور ہدایات ہیں وہ سب بالکل حق ہیں، اُٹل ہیں، واجب التعمیل ہیں اور ان کے خلاف جو طور طریقے رائج ہیں، خواہ وہ ہمارے ہی گھروں اور ہمارے ہی خاندانوں میں رائج ہوں اور خواہ ہمارے باپ دادا ہی کے رائج کیے ہوئے ہوں، اور خواہ دنیا کی کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی یافتہ قوم یا خود ہماری قوم اور ہماری حکومت ان کو اپنائے ہوئے ہو، بہر حال وہ سب غلط ہیں، انسانیت کے لیے مضر اور ہلک ہیں اور اس لیے لائق ترک بلکہ قابل شکست و ریخت ہیں۔

الغرض کسی کو ”اللہ کا رسول“ ماننا اگرچہ بظاہر ایک مختصر سی بات ہو، لیکن درحقیقت اپنی ذات اور ساری دنیا کے متعلق یہ تمام اہم فیصلے اس میں مضمر ہیں۔ پس جو شخص کسی رسول کی رسالت کی گواہی اپنی زبان سے دیتا ہے اور اس بنا پر اپنے کو اس کا اُمتی کہتا ہو۔ لیکن اس کا دل ان فیصلوں کے لیے آمادہ نہیں ہے تو درحقیقت وہ بڑے مغالطہ میں ہے اور اس نے رسالت و پیغمبری کا مطلب ہی نہیں سمجھا ہے۔ — کسی نبی و رسول

کی نیت و رسالت پر ایمان لانے کا تو مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی ہر تعلیم و ہدایت کو حق اور اس کے مخلوق ہر نظریے اور ہر رواج اور ہر دستور کو غلط و باطل مان لیا اور مرنیاتِ اہلنی کے نائنہ کی حیثیت سے ان کو اپنا داسبب الاطاعت ہادی اور رہنما تسلیم کر لیا۔ قرآن مجید میں بڑی صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ
حَتَّىٰ يُخْلَمُوا بِمَا شَجَرَ
يُنْفُسُهُمْ تَمَرَ لَا يُجِدُ وَافِي
أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا
قَصَصْتَ وَيُجْلَمُوا أُتْلُمَا
قسم بخدا ہے پروردگار کی یہ لوگ
مومن نہیں ہوئے جب تک تم کو
حکم نہ مان لیں اپنے اختلافات میں
پھرنے پاویں اپنے دلوں میں تشکی
تھارے کیے ہوئے فیصلہ سے اور
مان لیں اس کو قطعی طور سے مان لینا۔
(النساء ۶۹)

بہر حال نبی و رسول کی تعلیم و ہدایت کے سامنے آجانے کے بعد ”مومن“ کو غور و تأمل اور ترجیح و انتخاب کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اس کا کام صرف مان لینا اور اس کی تعمیل میں لگ جانا ہے اور یہ ماننا بھی صرف قانونی اور جبری قسم کا نہیں، بلکہ دل و جان سے مان لینا، یہی شرط ایمان ہے۔

نبی و رسول کی حیثیت دنیا کے عام مصلحین اور لیڈرانِ قوم کی سی نہیں ہوتی کہ ان کو مصلح اور لیڈر بننے کے باوجود اختیار رہتا ہو کہ اگر بالفرض ان کی کوئی بات آپ کو مصلحت و فیت کے خلاف یا غلط نظر آئے تو اس کو آپ نہ مانیں، بلکہ رسول کی حیثیت جیسا کہ اوپر تفصیل سے بتلایا گیا، اللہ کے صادق اور معتمد نمائندہ کی ہے جس کے معلق ماننا ہوا ہے کہ وہ جو یہی ہدایت دیتا ہے، اللہ ہی کی طرف سے دیتا ہو۔

س لیے اپنی رائے اپنے جذبے دینی پسند اور اپنی خواہش کو اس کا غلام اور محکوم
ناوینا شرط ایمان ہے۔ قرآن مجید میں صاف اعلان کر دیا گیا ہو۔

وَمَا كَانَ يَلُومِينَ وَلَا مُمِيزَةً
اِذَا قَضَىٰ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
امْرًا اَنْ يَكُوْنَ لَهُمْ الْخِيَرَةُ
مِنْ اَمْرِهُمْ وَمَنْ نَعَضَ
اللّٰهُ وَرَسُولُهُ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا مُّبِينًا
اور نہیں گنجائش کسی مومن مرد یا زن
عورت کے لیے اس بات کی کہ حسب فیصلہ
کردیں اللہ و رسول کسی بات کا تو پھر
انھیں اختیار ہو اپنے بارے میں
اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور
اس کے رسول کی تو وہ کھلی ہوئی
گمراہی میں پڑ گیا۔ (الاحزاب ۵۶)

اور حدیث نبوی میں اس سے بھی زیادہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ
فرمایا گیا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى نَكُوْنَ
تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا

۱۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو کہ اسلام انسانوں کی عقل و رائے کو بالکل بیکار قرار دے کر
پیغمبروں کی باتیں خواہ مخواہ ماننے پر ان کو مجبور کرتا ہو، بلکہ اس بارہ میں اسلام کا جو رویہ ہو وہ
حقیقت نہایت عاقلانہ ہو، اسلام کہتا ہو کہ تم پیغمبر کو پہچاننے میں تو پوری عقل اور فکر و بصیرت سے
کام لو، لیکن جب تم خوب سمجھ کے کسی کو ”اللہ کا رسول“ مان لو تو پھر اس کی تعلیم و ہدایت کو
منجانب اللہ سمجھ کے اس کے سامنے تسلیم خم کر دو۔ اگر ایسا نہ کر دو گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ابھی
تم نے اس کو رسول مانا ہی نہیں ہو، یا پھر تم رسول کے معنی سے بھی نا آشنا ہو۔ ۱۲

خَوَاتِمُ الْمَلَائِكَةِ رِجَالٌ ۖ ذَاتُ بُرُوجٍ مُّشَفَّعَةٍ ۖ يَسُِّرُونَ الْمَلَائِكَةَ لِأَمْرِهِمْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلِلَّهِ الْغَيْبُ ۚ وَلَهُ الْحُكْمُ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ
(سورہ النمل)

جو قیامت کے روز خود اپنے آپ کی خواہش میری طرف
ہوئی ہدایت کے لئے اور رات کے لئے۔

وہ بہت مستعد و رسالت کات ضابطہ ہے جو کہ پیغمبروں کی ہدایت کو باوجود
فیلم کی باتوں اور ان کے پورا پورے افسانوں کی باوجود انسان کی ہدایت کے بارے
میں فرمائی ہیں۔

پیغمبروں کی آمد کا مقصد صرف اس سے پورا نہیں ہوتا کہ آپ ان کو صرف
دل سے اور مت دین پیغمبران میں اور ان کی شان میں مرج و متا کے فیصلے پر متا کریں
بلکہ پیغمبروں کی بعثت کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کا اثبات کیا جائے اور ان کی
ہدایتوں پر عمل کیا جائے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ ۖ إِلَّا نَحْنُ نَكْتُبُ لَهُمْ إِلَهًا أَوْ تِلْكَ الْأَمْثَلُ ۚ وَإِلَىٰ رَبِّنَا تُرْجَعُونَ
(سورہ النمل)

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو جس سے
واسطے بعثت کیا کہ ان کے لئے خداوند
کی اطاعت کی جائے۔

پس کسی کو خدا کا رسول ماننا اور اس کی رسالت کی شہادت دینا اپنی عملی زندگی
کے متعلق بھی درحقیقت اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کو اس
کی ہدایت اور اس کی لائی ہوئی شریعت کے ماتحت کر دیا اور ہم اس کے پیرو ہو کر ہی
جییں گے اور ہمیں وہی کرتے ہوئے ہی مرے گیے۔

اور قرآن مجید میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ کوئی شخص بغیر تبارع ہونے
کے اللہ کو راضی نہیں کر سکتا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ ۖ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ
کہہ دے رسول اگر تم چاہتے ہو اللہ کو

وَاتَّبِعُوا حَبِيبَكُمْ اللَّهُ وَ تَوَاتَّعَ كَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى
تَعْبُرُكُمْ ذَنُوبَكُمْ (النمران) لگے گا اور تمہارے گناہ مجتنب ہو گئے۔

منصب رسالہ کے متعلق قرآن مجید کی سدرجہ صدر تصریحات اور اس کے کھلے
لوازم و نتائج کو ذرا دیر کے لیے دہن میں حاضر کیجئے اور پھر سوچیے کہ ”کلمہ طیبہ“ میں
ہم جو ”محمد رسول اللہ“ زبان سے کہتے ہیں اور آپ کی رسالت کی حوثناوت دیتے ہیں
تو اس کی ذمہ داریوں کو ہم کہاں تک دیر کر رہے ہیں۔ زبان سے اللہ کے کسی نبی و رسول
کی نبوت و رسالت کی شہادت دینا اور زندگی بھر اس کے احکامات و راستوں پر اطمینان
سے چلتے رہنا ایمان نہیں، نفاق ہے۔ اللہ وحفظنا

اللہ کے رسول سے محبت

کسی ہستی کو ”رسول اللہ“ ماننے کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا و مافیہا
میں سب سے زیادہ اس کی محبت کی جائے یعنی اللہ کے بعد وہی ہیں سب سے زیادہ
محبوب ہو۔

اچھوں کی محبت چوں کہ انسان کی فطرت ہو اور انبیاء و رسل چوں کہ سب دنیا کے
اچھوں سے اچھے بلکہ سب اچھوں کے سردار اور رسانی ظاہری و باطنی خوبیوں کے جامع
اور محاسن و کمالات کے پیکر ہوتے ہیں اور وہی دنیا کے سب سے بڑے محسن اور بہادر
بھی ہوتے ہیں اس لیے ان سے اعلیٰ درجہ کی محبت ہونا بالکل فطری بات ہو اور یہی
محبت درحقیقت مطلق اطاعت اور بلاچوں و جبر و اتباع و تسلیم کی شکل کو آسان
کردیتی ہے۔ بقول اقبال سے

عشق فی اک حبست نے سے کرویا قسنہ تمام

اس زمین و آسمان کو نیکراں سمجھا سکتا ہیں

انسان جب کسی سے عشق و محبت کرتا ہے تو اُس کے اشاروں پر چینا اور اُس

کے رنگ میں رنگ جانا اس کی سب سے بڑی خواہش بن جاتی ہے۔ جہراں راو کے

پتھر بھی اسے پھول معلوم ہوتے ہیں۔ جگہ محبوب کے اشارہ پر اور اس کو خوش کرنے کے لیے

مان دینا بھی اس کے واسطے ہل رہتا ہے۔

عشق اگر فرماں دہرا ز جہان تیرا ہم گزر

عشق محبوب است و مقصود است مہجانب مقصود

غرض "ایمان بالرسول" کے مقصدِ اصلی (اطاعتِ رسول) کی تکمیل بھی محبت

روں ہی سے ہوتی ہے۔ اور یہی ہوتا ہے اس حدیث کا جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم

میں سے کوئی بھی حقیقی مومن نہیں ہو سکتا، تا وقتیکہ اُس کو اپنے ماں باپ، اپنی اولاد

اور دوسرے تمام انسانوں سے بھی زیادہ مجھ سے محبت نہ ہو جائے۔

لَا يَوْمِيْنَ اَحَدُكُمْ حَتَّىٰ اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ

وَذَلِيْكَ ذَالِئِاسِ اَحْمَعِيْن۔ (بخاری، مسلم)

اگر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچی محبت ہو جائے تو کم از کم اس کا

لازمی نتیجہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت اور آپ کے دکھ درد میں آپ

شریک ہو جائیں گے، یعنی جن چیزوں سے حضور کو مسرت اور خوشی ہو ا کرتی تھی اُن

سے آپ کو خوشی ہونے لگے گی اور جن چیزوں سے آپ کو رنج اور صدمہ ہوا کرتا تھا

اُن سے آپ کو بھی رنج اور صدمہ پہنچنے لگے گا۔ اور یہ بڑی دولت ہوگی۔ اسی

طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سکر جذبات اور اوصاف: اخلاق کا یر تو بھی آپ پر پڑنے لگے گا، کیوں کہ یہ محبت کا لازمی قمرہ ہو۔ اور اس طرح آپ اپنی ذاتی خصوصیات اور عادات کو بھیڑتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل کی برکات کو اپنے میں جذب کرتے جائیں گے، اور یہی امتی کا کمال ہے۔

غنچہ سی از شاخار مصطفیٰ گل شوا از باد بہار مصطفیٰ
 از بہار تن رنگ و بو باید گرفت بہرہ از خلق او باید گرفت
 از مقام ادا اگر دور ایستی
 از میانِ معشرے مانستی

(اقبال)

